فتویٰ نمبر مع رجسٹر	تاریخ نقل فتاویٰ	نام و پتہ مستفتی	مضمون سوال و جواب	عنوان / تبویب

332/47 96

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ہماری مسجد کے نیچے تہہ خانہ ہے اور مسجد کے سامنے قبلہ کی طرف چھجا نکالا ہے جس پر صرف میت کی چارپائی رکھی جاسکتی ہے اب اگر نماز جنازہ کے لیے میت کی چارپائی مسجد سے باہر والے چھجے پر رکھی جائے اور امام مقتدیوں سمیت مسجد کے اندر ہو تو یہ صورت درست ہے یا نہیں؟ نماز جنازہ میں کراہت تو نہیں ہوگی خصوصاً جبکہ مسجد کے قریب ہی چند قدم کے فاصلہ پر چھوٹا سا گراؤنڈ ہے جس میں کبھی کبھی تعزیت کے لیے ٹینٹ کرسیاں لگادی جاتی ہیں جنکو جنازہ کے وقت ہٹانا مشکل ہو جاتا ہے اور دوسرا بڑا گراؤنڈ آدھے کلومیٹر کے فاصلہ پر قبرستان سے متصل ہے وہ بھی عارضی چند سالوں تک کیلئے ہے کیونکہ مقبرہ بڑھتا جارہا ہے اور گراؤنڈ ختم ہوتا جارہا ہے اس صورتحال کے پیش نظر مسجد کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ مسجد کے چھجے کے ساتھ لوہے کا فولڈ ہونیوالا چھجا لگادیا جائے جو جنازہ کے وقت کھولا جائے تاکہ امام کے ساتھ چند آدمی بھی اس پر آسکیں تاکہ جنازہ کراہت کے بغیر ادا ہو جائے۔ تو کیا ایسا کرنا جائز ہے اور کراہت ختم ہو جائیگی یا نہیں؟ جبکہ ایسی صورت میں پہلی صف اور امام کے ساتھ والے مقتدیوں کے درمیان فاصلہ ذرا بڑھ جائیگا کہ پہلی صف کا اپنا فاصلہ اور محراب والا فاصلہ تو اتنے فاصلہ سے مسجد کے اندر والے مقتدیوں کی نماز جنازہ ہو جائے گی یا نہیں؟

شریعت مطہرہ ہمارے لیے کیا حکم دیتی ہے اس صورتحال میں کہ نماز جنازہ قریبی گراؤنڈ سے ٹینٹ کرسیاں اٹھوا کر پڑھی جائے یا دور بڑے میدان میں ادا کیا جائے؟ اور یا مسجد انتظامیہ کی تجویز کے مطابق چھجے میں امام کے ساتھ چند مقتدی مل کر ادا کیا جائے ان میں کونسی صورت بہتر ہے کونسی مکروہ اور کیا سب صورتیں جائز ہیں؟

قرآن وسنت کی روشنی میں تفصیل سے مع حوالہ جواب مرحمت فرماکر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: قاری عبدالواحد

یکے از خادمان جامع مسجد اقصیٰ ڈی ایریا

لائنز مظفرآباد کالونی لانڈھی کراچی نمبر ۳۶

فتویٰ نمبر مع رجسٹر	تاریخ نقل فتاویٰ	نام و پتہ مستفتی	مضمون سوال و جواب	عنوان تبویب

مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنے کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس مسئلہ میں مختلف احادیث مبارکہ کے پیش نظر ائمہ اربعہؒ کا اختلاف ہے، حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ وغیرہ مسجد میں نمازِ جنازہ کی کراہت کے قائل ہیں، جبکہ شوافع اور حنابلہ مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔

لیکن یہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی بجائے اصل معمول باہر میدان میں نمازِ جنازہ پڑھنے کا تھا اور ''موضع الجنائز'' کے نام سے جگہ موجود تھی، البتہ ایک آدھ دفعہ کسی عذر یا بیانِ جواز کے لئے آپ نے مسجد میں بھی نمازِ جنازہ ادا فرمائی ہے، مگر معمول یہ نہیں تھا، اس لئے حضرات احنافؒ کے نزدیک اصل حکم یہ ہے کہ نمازِ جنازہ باہر میدان میں ادا کی جائے اور مسجد میں نمازِ جنازہ ادا کرنا مکروہ قرار دیا گیا ہے، البتہ پھر حضرات حنفیہ کے ہاں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ مسجد میں نمازِ جنازہ کی جتنی بھی صورتیں بن سکتی ہیں، سب مکروہ ہیں، اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگر میت مسجد میں ہو، تو مکروہ ہے، اور اگر میت مسجد سے باہر ہو، تو مکروہ نہیں، اور حضرات فقہاء احنافؒ کے ہاں اس اختلاف کی بنیاد مسجد میں نمازِ جنازہ مکروہ ہونے کی علت پر ہے، بعض حضرات فقہاء کرام نے اس کی علت یہ بیان فرمائی ہے کہ مسجد صرف نماز اور اس کے توابع کے لئے بنائی گئی ہے، لھذا مسجد میں نمازِ جنازہ کی کوئی شکل ہو یا صورت ہو، وہ چونکہ مسجد کی بناء کے مقصد کے خلاف ہے، لھذا ہر صورت مکروہ ہے، اور بعض فقہاء کرام نے اس کی علت مسجد کی تلویث قرار دی ہے، اور تلویث کا احتمال اس وقت ہوگا جبکہ میت مسجد میں ہو، لیکن اگر میت مسجد سے باہر ہو، تو اس صورت میں تلویث کا احتمال ختم ہو جائے گا، تو اس صورت میں مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں۔

علامہ شامی اور علامہ ابن الہمام وغیرہ رحمہم اللہ تعالی نے پہلے قول (یعنی مسجد میں نماز جنازہ علی الاطلاق مکروہ ہے) کو راجح قرار دیا ہے، جبکہ بعض فقہاء ومشائخ نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے کہ اگر میت مسجد سے باہر ہو، تو اس صورت میں کوئی کراہت نہیں، بلکہ عنایہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ اگر امام اور کچھ مقتدی بھی باہر ہوں، تو یہ صورت بالاتفاق مکروہ نہیں، جیسا کہ ذیل میں ذکر کردہ عبارات میں مذکور ہے۔

یہ تو فقہاء کرامؒ کے اقوال ہو گئے، لیکن دوسری طرف مسلسل بڑھتی ہوئی آبادی اور دیگر مسائل کی وجہ سے یا قریب قریب میں میدان ختم ہو گئے، یا ان میدانوں میں سستی و کاہلی کی وجہ سے لوگوں کا جانا کم ہو گیا، یا دیگر عوارض کی وجہ سے ان میدانوں میں نمازِ جنازہ پڑھنے میں کافی دشواریاں پیش آرہی ہیں، اور مسائل ومشکلات کا سامنا ہے، راستوں اور سڑکوں پر بھی نماز جنازہ پڑھنا شرعاً منع ہے، لھذا عام حالات میں بہتر اور احوط تو یہی ہے کہ مسجد میں نمازِ جنازہ کی تمام صورتوں سے اجتناب کیا جائے، اور مسجد سے باہر ہی نماز جنازہ پڑھی جائے لیکن مذکورہ بالا وجوہ کی بناء پر اگر میت مسجد

سے باہر ہو، اور امام، اور مقتدی مسجد میں ہوں، یا امام اور کچھ مقتدی بھی امام کے ساتھ مسجد سے باہر صف بنائیں، تو یہ بھی جائز ہے، بلکہ عنایہ وغیرہ میں اس کو (یعنی جبکہ میت مسجد سے باہر ہو، اور امام اور کچھ مقتدی بھی امام کے ساتھ مسجد سے باہر صف بنائیں) حضرات فقہاء احناف کا اتفاقی قول قرار دیا ہے۔

مسئولہ صورت میں اگر ایک میدان دور ہے، اور دوسرے میدان میں بھی ادائیگی نماز کی صورت میں حرج پیش آئے، تو اس صورت میں اگر میت مسجد سے باہر ہو، اور ساتھ ساتھ امام اور کچھ مقتدی بھی باہر صف بنائیں، تو اس صورت کو اختیار کیا جاسکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ کے قلم سے اس قسم کے سوالات کے جوابات میں جو فتاویٰ تحریر شدہ ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ ''اس میں اختلاف ہے، بعض فقہاء اس صورت (جبکہ میت باہر ہو) کو بھی مکروہ کہتے ہیں، اس لئے احتیاط بہتر ہے، مگر جنازہ بہر حال ادا ہو جاتی ہے''۔ (فتوی نمبر ۲/۳۳۲، مورخہ: ۴/۷/۱۳۶۰ھ)

۲۔ ''اس روایت (فتاوی عالمگیریہ کی عبارت) سے معلوم ہوا کہ نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے خواہ جنازہ اور نمازی مسجد میں ہوں، خواہ خارج مسجد ہو، اور نمازی مسجد میں ہوں، خواہ امام اور بعض نمازی خارج مسجد ہوں، اور باقی نمازی مسجد میں ہوں، یا جنازہ مسجد میں ہو، امام اور نمازی خارجِ مسجد میں ہوں، ہر حال میں مکروہ ہے، یہی مختار مذہب ہے، لھذا جو صورت سوال میں درج ہے (یعنی میت مسجد اور امام اور کچھ نمازی مسجد سے باہر ہوں) وہ بھی مکروہ ہے ، البتہ بارش وغیرہ کے عذر کی وجہ سے نمازِ جنازہ مسجد میں مکروہ نہیں، کذا فی العالمگیریۃ: ولا تکرہ بعذر المطر ونحوہ فی الکافی۔

اگر مسجد سے باہر کوئی ایسا میدان نہیں ہے، جس میں نمازِ جنازہ کے سب شریک سما سکیں، تو مسجد کے اندر بصورت مندرجہ سوال نمازِ جنازہ بلا کراہت جائز ہے (شرح منیہ) ہاں مسجد سے باہر ایسا میدان موجود ہو، تو صورت مذکورہ میں مناسب نہیں۔'' واللہ اعلم (سوال نمبر ۱۶/۶۳۹ الف اول، مورخہ: ۲۵/۵/۱۳۸۵ھ)

۳۔ ''یہ صورت (میت مسجد سے باہر چبوترے پر ہو، اور نماز مسجد میں ہو) نمازِ جنازہ کی درست نہیں، ہاں ایسا کیا جاسکتا ہے کہ امام صاحب اور ان کے پیچھے چند آدمی جنازہ کے ساتھ مسجد سے باہر نماز پڑھیں، باقی مقتدیوں کی صفوف مسجد کے اندر رہیں، اور یہ صورت بھی ایسی حالت میں کی جاسکتی ہے جب مسجد سے باہر نمازِ جنازہ کے لئے کوئی میدان نہ ہو''۔ واللہ اعلم (سوال نمبر ۱۹/۱۰۲۶ الف، مورخہ: ۷/۱۰/۱۳۸۸ھ)

۴۔ ''اگر جنازہ اور امام اور مقتدی سب مسجد کے اندر ہوں، تو یہ باتفاق ناجائز ہے، اور جنازہ اور امام اور

ایک صف مقتدیوں کی مسجد سے خارج ہو، باقی مقتدی مسجد میں، یہ بالاتفاق جائز ہے، اور اگر صرف جنازہ مسجد سے خارج ہو، اور مقتدی سب مسجد کے اندر ہوں، اس میں اختلاف ہے، حلوائی اس کو بھی مکروہ کہتے ہیں، بعض فقہاء جائز کہتے ہیں، یہ تفصیل بزازیہ میں ہے"۔ (امداد المفتین سوال نمبر ۳۰۹، ص ۳۷۷)

فی الصحیح للامام مسلمؒ:

ما صلی رسول الله ﷺ علی سهیل بن بیضاء الافی المسجد .

قال الامام النووی تحته:

وفی هذا الحدیث دلیل للشافعی والأکثرین فی جواز الصلاة علی المیت فی المسجد وممن قال به أحمد وإسحاق قال ابن عبد البر : ورواه المدنیون فی الموطا عن مالک وبه قال ابن حبیب المالکی وقال ابن ابی ذئب وأبو حنیفة ومالک علی المشهور عنه : لا تصح الصلاة علیه فی المسجد بحدیث فی سنن أبی داود من صلی علی جنازة فی المسجد فلا شیء له ودلیل الشافعی والجمهور حدیث سهیل بن بیضاء وأجابوا عن حدیث سنن أبی داود بأجوبة .

أحدها : أنه ضعیف لا یصح الاحتجاج به قال أحمد بن حنبل : هذا حدیث ضعیف تفرد به صالح مولی التوأمة وهو ضعیف .

والثانی : أن الذی فی النسخ المشهورة المحققة المسموعة من سنن أبی داود " ومن صلی علی جنازة فی المسجد فلا شیء علیه "ولا حجة لهم حینئذ فیه .

الثالث : أنه لو ثبت الحدیث وثبت أنه قال : " فلا شیء له" لوجب تأویله علی " فلا شیء علیه"لیجمع بین الروایتین وبین هذا الحدیث وحدیث سهیل بن بیضاء وقد جاء " له" بمعنی " علیه

نمبر شمار رجسٹر	تاریخ نقل فتاویٰ	نام و پتہ مستفتی	مضمون سوال و جواب	عنوان تبویب

"كقوله تعالى : "وإن أسأتم فلها" .

الرابع : أنه محمول على نقص الأجر في حق من صلى في المسجد ورجع ولم يشيعها إلى المقبرة لما فاته من تشييعه إلى المقبرة وحضور دفنه . والله أعلم .(شرح النووي ١/٣١٢)

المبسوط للسرخسيؒ:

وعندنا إذا كانت الجنازة خارج المسجد لم يكره أن يصلي الناس عليها في المسجد إنما الكراهة في إدخال الجنازة لقوله عليه الصلاة والسلام جنبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم فإذا كان الصبي ينحى عن المسجد فالميت أولى (مبسوط للسرخسيؒ ٢/٤٥٢)

تبيين الحقائق:

وقال شمس الأئمة : تأويل حديث ابن البيضاء أنه عليه الصلاة والسلام كان معتكفا في ذلك الوقت فلم يمكنه الخروج من المسجد فامر بالجنازة فوضعت خارج المسجد فصلى عليها في المسجد للعذر فعلم ذلك أصحابه(النبي ﷺ) وخفي عليها(عائشة رضي الله تعالى عنها)وهذا دليل على أن الميت إذا وضع خارج المسجد لعذر والقوم كلهم في المسجد أو الإمام وبعض القوم خارج المسجد والباقون في المسجد لايكره ولو كان من غير عذر اختلف المشايخ فيه بناء على اختلافهم أن الكراهية لأجل التلويث أو لأن المسجد بني لأداء المكتوبات لا لصلاة الجنازة .وهذا الإطلاق في الكراهة بناء على أن المسجد إنما بني للصلاة المكتوبة وتوابعها من النوافل والذكر وتدريس العلم وقيل : لا يكره إذا كان الميت خارج المسجد وهو بناء على

فتویٰ نمبر مع رجسٹر	تاریخ نقل فتاویٰ	نام و پتہ مستفتی	مضمون سوال وجواب	عنوان تبویب

ان الكراهة لاحتمال تلويث المسجد والأول هو الأوفق لإطلاق الحديث(اى حديث من صلى على ميت فى المسجد الحديث .عصمت) الذى يستدل به المصنف .(تبيين الحقائق ۱۹۴/۳)

فتح القدير:

قوله ولا يصلى على ميت فى مسجد جماعة فى الخلاصة مكروه وسواء كان الميت والقوم فى المسجد أو كان الميت خارج المسجد والقوم فى المسجد أو كان الإمام مع بعض القوم خارج المسجد والقوم الباقون فى المسجد أو الميت فى المسجد والإمام والقوم خارج المسجد .هذا فى الفتاوى الصغرى .قال: هو المختار خلافا لما أورده النسفى رحمه الله اهـ .وهذا الإطلاق فى الكراهة بناء على أن المسجد إنما بنى للصلاة المكتوبة وتوابعها من النوافل والذكر وتدريس العلم .وقيل لا يكره إذا كان الميت خارج المسجد وهو بناء على أن الكراهة لاحتمال تلويث المسجد والأول هو الأوفق لإطلاق الحديث الذى يستدل به المصنف (فتح القدير ۹۰/۲)

الدر المختار

وكرهت تحريما وقيل تنزيها فى مسجد جماعة هو أى الميت فيه وحده أو مع القوم . واختلف فى الخارجة عن المسجد وحده أو مع بعض القوم والمختار الكراهة مطلقا" خلاصة" بناء على أن المسجد إنما بنى للمكتوبة وتوابعها كنافلة وذكر وتدريس علم وهو الموافق لإطلاق حديث أبى داود من صلى على ميت فى المسجد فلا صلاة له .

عنوان / تبویب	مضمون سوال وجواب	نام مجیب / مستفتی	تاریخ نقل فتاویٰ	فتویٰ نمبر / نمبر رجسٹر

وفي الشامية تحته:

مطلب في كراهة صلاة الجنازة في المسجد. قوله: وقيل تنزيها) رجحه المحقق ابن الهمام وأطال، ووافقه تلميذه العلامة ابن أمير حاج وخالفه تلميذه الثاني الحافظ الزيني قاسم في فتواه برسالة خاصة فرجح القول الأول لإطلاق المنع في قول محمد في موطئه: لا يصلى على جنازة في مسجد. وقال الإمام الطحاوي: النهي عنها وكراهيتها قول أبي حنيفة ومحمد وهو قول أبي يوسف أيضا وأطال وحقق أن الجواز كان ثم نسخ وتبعه في البحر وانتصر له أيضا سيدي عبد الغني في رسالة سماها نزهة الواجد في حكم الصلاة على الجنائز في المساجد قوله: في مسجد جماعة أي المسجد الجامع ومسجد المحلة قهستاني. وتكره أيضا في الشارع وأرض الناس كما في الفتاوى الهندية عن المضمرات وكما تكره الصلاة عليها في المسجد يكره إدخالها فيه كما نقله الشيخ قاسم قوله: أو مع القوم أي كلا أو بعضا بناء على أن أل في القوم جنسية. اهـ ح قوله مطلقا أي في جميع الصور المتقدمة كما في الفتح عن الخلاصة. وفي مختارات النوازل سواء كان الميت فيه أو خارجه هو ظاهر الرواية. وفي رواية لا يكره إذا كان الميت خارج المسجد قوله بناء على أن المسجد إلخ أما إذا عللنا بخوف تلويث المسجد فلا يكره إذا كان الميت خارج المسجد وحده أو مع بعض القوم اهـ ح. قال في شرح المنية: وإليه مال في المبسوط والمحيط وعليه العمل وهو المختار. اهـ قلت: بل ذكر في غاية البيان والعناية أنه لا كراهة فيه بالاتفاق لكن رده في البحر. وأجاب في النهر بحمل الاتفاق على عدم الكراهة في حق من كان خارج المسجد وما مر في حق من كان داخله. ثم اعلم أن التعليل الأول فيه خفاء إذ لا شك أن الصلاة على الميت دعاء وذكر وهما مما بني له المسجد وإلا لزم المنع عن الدعاء فيه لنحو الاستسقاء والكسوف مع أن الوارد في ذلك ما رواه مسلم أن رجلا نشد في المسجد ضالة فقال صلى الله عليه

وسلم : لا وجدت إنما بنيت المساجد لما بنيت له فليتأمل قوله وهو الموافق إلخ كذا في الفتح لكن فيه نظر لأن قوله في المسجد يحتمل أن يكون ظرفا لصلى أو لميت أو لهما فعلى الأول لا يكره كون الميت فيه والصلاة خارجه وعلى الثاني لا يكره العكس وعلى الثالث لا يكره إذا فقد أحدهما وعلى كل فهو مخالف للمختار من إطلاق الكراهة .

وأجاب في البحر بأنه لما لم يقم دليل على واحد من الاحتمالات بعينه قالوا بالكراهة بوجود أحدها أيا كان .اهـ .

أقول : يلزم عليه إثبات الكراهة بلا دليل لأنه إذا طرقه الاحتمال سقط به الاستدلال ولكن لا يخفى أن المتبادر لغة وعرفا من نحو قولك ضربت زيدا في الدار تعلق الظرف بالفعل وأما أنه هل يقتضي كون كل من الفاعل والمفعول به أو أحدهما بعينه في المكان فغير لازم .(الى قوله:)

إذا علمت ذلك فلا يخفى أن الصلاة على الميت فعل لا أثر له في المفعول وإنما يقوم بالمصلي فقوله من صلى على ميت في مسجد يقتضي كون المصلي في المسجد سواء كان الميت فيه أو لا فيكره ذلك أخذا من منطوق الحديث ويؤيده ما ذكره العلامة قاسم في رسالته من أنه روى أن النبي صلى الله عليه وسلم لما نعى النجاشي إلى أصحابه خرج فصلى عليه في المصلى قال : ولو جازت في المسجد لم يكن للخروج معنى اهـ مع أن الميت كان خارج المسجد .وبقي ما إذا كان المصلي خارجه والميت فيه وليس في الحديث دلالة على عدم كراهته لأن المفهوم عندنا غير معتبر في غير ذلك بل قد يستدل على الكراهة بدلالة النص لأنه إذا كرهت الصلاة عليه في المسجد وإن لم يكن هو فيه مع أن الصلاة ذكر ودعاء يكره إدخاله فيه بالأولى لأنه عبث محض ولا سيما على كون علة كراهة الصلاة خشية تلويث المسجد .

وبهذا التقرير ظهر أن الحديث مؤيد للقول المختار من إطلاق الكراهة

الذی هو ظاهر الرواية كما قدمناه فاغتنم هذا التحرير الفريد فإنه مما فتح به المولى على أضعف خلقه والحمد لله على ذلك (الدر المختار معه رد المحتار المعروف بالشامية)

العناية شرح الهداية:

وقوله ولا يصلى على ميت في مسجد جماعة إذا كانت الجنازة في المسجد فالصلاة عليها مكروهة باتفاق أصحابنا وإن كانت الجنازة والإمام وبعض القوم خارج المسجد والباقي فيه لم تكره بالاتفاق وإن كانت الجنازة وحدها خارج المسجد ففيه اختلاف المشايخ .وقال الشافعي : لا يكره على كل حال لما روى " انه لما مات سعد بن أبي وقاص أمرت عائشة بإدخال جنازته المسجد حتى صلت عليها أزواج النبي صلى الله عليه وسلم ثم قالت لبعض من حولها : هل عاب الناس علينا ما فعلنا قال نعم فقالت : ما أسرع ما نسوا ما صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم على جنازة سهيل بن البيضاء إلا في المسجد " ولنا ما روى أبو هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال" من صلى على جنازة في المسجد فلا أجر له " وحديث عائشة مشترك الإلزام لأن الناس في زمانها المهاجرون والأنصار قد عابوا عليها فدل على أن كراهة ذلك كانت معروفة فيما بينهم وتأويل صلاته صلى الله عليه وسلم على جنازة سهيل في المسجد أنه كان معتكفا في ذلك الوقت فلم يمكنه الخروج فأمر بالجنازة فوضعت خارج المسجد . وعندنا إذا كانت الجنازة خارج المسجد لم يكره أن يصلي الناس عليها في المسجد لما نذكره .(العناية، كتاب الجنائز)

عون المعبود شرح سنن ابی داود:

حدثنا هارون بن عبد الله حدثنا ابن أبي فديك عن الضحاك يعني ابن عثمان عن أبي النضر عن أبي سلمة عن عائشة قالت والله لقد صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم على ابني بيضاء في المسجد سهيل وأخيه

عنوان تبویب	مضمون سوال وجواب	نام وپتہ مستفتی	تاریخ نقل فتاویٰ	فتویٰ نمبر مع رجسٹر

قال صاحب عون المعبود :

سهيل واخيه : عطف بيان لا بنى بيضاء قال المنذرى : والحديث اخرجه مسلم وفيه ذكر القسم التهى . هذان الحديثان يدلان على مشروعية الصلاة على الجنائز فى المسجد . قال الحافظ فى الفتح وبه قال الجمهور . وقال مالك : لا يعجبنى وكرهه ابن ابى ذئب وابو حنيفة وكل من قال بنجاسة الميت واما من قال بطهارته منهم فلخشية التلويث وحملوا الصلاة على سهيل بانه كان خارج المسجد والمصلون داخله وذلك جائز اتفاقا.(عون المعبود شرح سنن ابى داود). والله تعالى اعلم

عصمت اللہ عصمہ اللہ
دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراتشی
۳۱/۶/۲۳ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد تقی عثمانی عفی عنہ
مفتی جامعہ دار العلوم کراچی
۲۳-۶-۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح
بندہ محمود اشرف غفر اللہ
۱۴۳۱/۶/۲۳ھ

الجواب صحیح
محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ دار العلوم کراچی
۱۴۳۱/۷/۱۰ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الرؤف سکھروی
۳۱-۶-۲۴ھ

الجواب صحیح
محمد عبد المنان عفی عنہ
۱۴۳۱/۶/۲۴ھ